اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ۙ﴿۶﴾ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ

منعم علیہ گروہ کی دعاؤں کا ایمان افروز تذکرہ

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۲/اپریل ۱۹۹۱ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:۔

مسافر گاڑیاں جب مختلف سٹیشنوں پر رکتے رکتے اپنا لمبا سفر طے کرتی ہیں تو ہر سٹیشن پر الگ الگ نظارہ ہوتا ہے کہیں تھوڑے مسافر چڑھتے ہیں، کہیں زیادہ مسافر چڑھتے ہیں۔ کہیں تھوڑے لوگ چھوڑنے کے لئے آئے ہوئے ہوتے ہیں کہیں زیادہ لوگ۔ جو بڑے بڑے سٹیشن ہیں ان پر بہت رونق ہوتی ہے اور جب تک گاڑی چلتی نہیں سارا سٹیشن مختلف لوگوں کی گہما گہمی سے پر رونق ہوا ہوتا ہے، چہل پہل ہوتی ہے، باتیں ہو رہی ہوتی ہیں پھر گاڑی چلی جاتی ہے تو سٹیشن سونا سارہ جاتا ہے۔ کچھ لوگ ایسے ہیں جو مسافر نہیں ہوتے صرف مسافروں سے ملنے کے لئے آئے ہوتے ہیں۔

جمعۃ الوداع کی بھی کچھ ایسی ہی صورت ہے۔ عبادت کرنے والوں کی گاڑی جو جمعہ بہ جمعہ ٹھہرتی ٹھہرتی آخر رمضان المبارک کے جمعوں میں داخل ہوتی ہے تو اچانک جمعوں پر رونق بڑھنے لگتی ہے اور پھر ایک ایسا جمعہ بھی آتا ہے جیسا آج ہے جسے جمعۃ الوداع کہا جاتا ہے اس جمعہ پر تو اتنی رونق ہوتی ہے کہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ سارے مسافر ہیں جو اس گاڑی پر چڑھنے کے لئے آئے ہیں لیکن جب یہ گاڑی یہاں سے گزر کر اگلے جمعہ پر پہنچتی ہے جو رمضان مبارک کے بعد آتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ مسافر تو وہی چند ایک ہی تھے جو سارا سال سفر کرتے رہے باقی تو چھوڑنے کے لئے آئے

ہوئے تھے۔پس بہت سے ایسے بھی ایمان لانے والے اور مسلمان ہیں جو آج عبادت کرنے والوں کو چھوڑنے کے لئے آئے ہوئے ہیں، الوداع کہنے کے لئے آئے ہوئے ہیں، خود بھی عبادت میں شریک ہیں لیکن یہ وقتی شرکت ہے، چند لمحوں کی شرکت ہے۔ جب تک اس جمعہ پر یہ گاڑی ٹھہری رہے گی وہ بھی شریک رہیں گے۔ جب یہ گزر جائے گی تو پھر وہ اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہوں گے۔خدا کی راہ کے مسافر وہی ہیں جو عبادت کی گاڑی پر سوار ہو کر پھر اس کو چھوڑتے نہیں۔سٹیشنوں پر اترتے ہیں تو عارضی طور پر لیکن دائم کے سوار ہیں، ہمیشہ ہمیش کے مسافر ہیں اور کبھی بھی وہ عبادت سے تعلق قائم کر کے پھر تعلق توڑا نہیں کرتے ۔ایسے لوگوں کے مختلف احوال ہیں جو وقتی طور پر آتے ہیں اور چلے جاتے ہیں۔بعض ایسے بھی ہیں جنہیں پھر خدا یہ توفیق بخشتا ہے کہ ان کے دل میں بھی سفر کا شوق پیدا ہو جاتا ہے۔وہ وداع کرنے آتے ہیں، پھر آتے ہیں، پھر آتے ہیں، پھر خیال آتا ہے کہ کیوں نہ ہم بھی اسی گاڑی کے مسافر بن جائیں ۔تو وہ لوگ جو سچے ایمان لانے والے ہیں ان میں کمزور بھی ہیں لیکن رفتہ رفتہ کمزور طاقتور ہوتے چلے جاتے ہیں اور ان کی بدیاں جھڑتی چلی جاتی ہیں اور بدیوں کی بجائے نیکیاں عطا ہوتی چلی جاتی ہیں۔پس سچے مومنوں کی گاڑی ہمیشہ پہلے سے زیادہ بھرتی رہتی ہے۔وہ لوگ جو پیچھے رہ جانے کے عادی ہیں اور ہمیشہ پیچھے رہ جانے کے عادی ہیں ان کے متعلق بھی ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اللہ تعالیٰ ضرور ان کو عذاب دے گا یا ان سے ناراضگی کا اظہار فرمائے گا۔بعض خوش قسمت ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی موت کی گھڑی سعادت کی گھڑی ہوتی ہے۔ایسی حالت میں اللہ ان کو بلاتا ہے کہ وہ نیکی کی حالت میں ہوتے ہیں، ایسے خوش نصیب وہ ہیں کہ جو توقع رکھ سکتے ہیں کہ اگر چہ ہم کبھی کبھی آئے لیکن خدا نے اس وقت بلایا جبکہ ہم نیکوں میں شمار ہو رہے تھے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ہمیں یہ دعا خصوصیت سے سکھائی کہ اے خدا! ہمیں اس وقت بلانا، اس وقت ہمیں مارنا جب ہم تیرے حضور نیکوں میں شمار ہو رہے ہوں تو ہمیں چاہئے کہ ان چھوڑنے کے لئے آنے والوں کو بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں اور خصوصیت سے یہ دعا کریں کہ ان سب کے انجام نیک ہوں اور رفتہ رفتہ ان کو بھی عبادت کے دائمی سفر کی توفیق عطا ہو۔

میں نے گزشتہ چند خطبات میں سورۂ فاتحہ کا ذکر کیا تھا کہ کس طرح سورۂ فاتحہ عبادت کے راز سکھاتی ہے اور عبادت میں لذت پیدا کرتی ہے اور اس مضمون کے آخری حصے میں ہم داخل ہو چکے

تھے جس میں ہم اس دعا پر غور کر رہے تھے کہ اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ۙ﴿۶﴾ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ ۬ۙ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ وَلَا الضَّآلِّیۡنَ ﴿۷﴾ اور میں نے آپ کو بتایا تھا کہ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ میں جن لوگوں کا ذکر ہے اگرچہ وہ سب انعام یافتہ ہیں لیکن ان کی زندگیاں بڑی مشقتوں اور تلخیوں میں گزریں اور خدا کی راہ میں انہوں نے بڑے بڑے ابتلاء دیکھے اور ایسے بھی تھے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کہ جنہوں نے خود ابتلاؤں کے تقاضے کئے کہ اے خدا! ہمیں ہماری قربان گاہیں دکھا۔ ہمیں ان رستوں پر چلا جن رستوں پر چل کر ہم تیری راہ میں دکھ اٹھائیں اور پھر ثابت قدم ٹھہریں اور تجھ سے نئے اعزاز پائیں لیکن ان تمام باتوں کا ذکر کرنے کے بعد جن میں سے ایک حصہ میں پچھلے جمعہ میں بیان کر چکا ہوں اور ایک وہ حصہ تھا جسے بیان نہیں کر سکا لیکن ان کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے۔ ان سب تاریخی واقعات پر نظر ڈالتے ہوئے جب غور کرتے ہوئے ایک مومن آگے بڑھتا ہے تو دل میں خوف پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ میں کیا دعا کر رہا ہوں۔ ایسی مشکل اور ایسی مصیبت کی دعا اور ایسی دعا جس پر ہو سکتا ہے میں ثابت قدم نہ ٹھہر سکوں۔ مشکلات کو اپنے منہ سے دعوت دینا اور امتحان کو بلانا بڑے حوصلے کا کام ہے لیکن اس کے باوجود ہر نماز کی ہر رکعت میں یہ دعا کرنے پر مجبور ہے کہ مجھے انعام پانے والوں کا رستہ دکھا اور اس کی تفصیل قرآن کریم نے جو بیان کی ہے وہ بہت ہی دل ہلا دینے والی تفصیل ہے، ایسی تفصیل ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بڑی مشکل جان جوکھوں کا راستہ ہے۔ سوال یہ ہے کہ پہلے لوگوں نے یہ رستہ کیسے طے کیا تھا۔ وہ رستہ انہوں نے ایسے طے کیا کہ قرآن کریم سے پتا چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں خود سکھایا کہ کیا کرو؟ کس طرح یہ مشکلیں تم پر آسان ہو جائیں گی؟ اور یہ آگ تمہارے لئے گلزار بنادی جائے گی۔ فرمایا: وَاسۡتَعِیۡنُوۡا بِالصَّبۡرِ وَالصَّلٰوۃِ (البقرہ:۴۶) اے میرے بندو صبر کے ساتھ اور عبادتوں کے ساتھ اور دعا مانگتے ہوئے مجھ سے مدد چاہو۔ پس اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ میں جس استعانت کی دعا ہمیں سکھائی گئی اس کا تفصیل کے ساتھ اعادہ کیا گیا اور پھر خدا نے وہ دعائیں بھی اکثر خود سکھائیں۔

پس اب میں ان دعاؤں کے اس مضمون میں داخل ہوتا ہوں جس سے پتا چلے گا کہ کس طرح خدا تعالیٰ نے خود مومنوں کی یہ راہ آسان فرما دی، انہیں دعاؤں کے طریق سکھائے یا ان کی دل

کی گہرائیوں سے اٹھی ہوئی بے ساختہ دعاؤں کو قبول فرمایا اور ان کے ذکر کو بڑے پیار کے ساتھ قرآن کریم میں محفوظ فرما دیا۔ دنیا کی کوئی کتاب ایسی نہیں اور میں پھر اس بات کا اعادہ کرتا ہوں کہ دنیا کی کوئی کتاب ایسی نہیں جس نے تمام انبیاء کی دعاؤں کا خلاصہ اس شان کے ساتھ، اس حفاظت کے ساتھ پیش کیا ہو جس طرح قرآن کریم نے پیش کیا ہے۔ ہر قسم کی ضرورت کی دعا کے بہترین نمونے محفوظ کر دیئے۔ پس وہ لوگ جو یہ دعا مانگتے ہیں اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ ۙ‏ صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ ان کے لئے ضروری ہے کہ اس دعا کی اگلی شاخوں سے بھی واقف ہوں۔ یہ دعا جو آگے دعائیں پیدا کرتی ہے اور جن کے بغیر یہ سفر طے ہونا ممکن نہیں ہے ان دعاؤں پر نظر رکھیں، ان کے پس منظر سے واقف ہوں۔ ان کیفیتوں سے آشنا ہوں جن کیفیتوں میں وہ دعائیں مانگی گئی تھیں۔ جوں جوں ہم اس مضمون میں آگے بڑھیں گے یہ مضمون جو بہت ہی مشکل دکھائی دیتا ہے آسان ہوتا چلا جائے گا اور ان مشکلات میں سے لذت پھوٹنے لگے گی۔

پس اس لحاظ سے میں قرآن کریم کی دعائیں آپ کے سامنے رکھتا ہوں جو اسی ترتیب سے ہیں جس ترتیب سے قرآن کریم میں بیان ہوئی ہیں۔ میں نے ان کو مضمون وار الگ الگ نہیں کیا لیکن اس سے پہلے میں یہ بتا دوں کہ ان دعاؤں کے متعلق خدا کا جو وعدہ ہے کہ میں قبول کرتا ہوں وہ وعدہ درحقیقت ایسی ہی دعاؤں کے متعلق ہے جن کا ذکر آنے والا ہے ورنہ بسا اوقات انسان اس مخمصے میں پھنس جاتا ہے کہ خدا نے تو وعدہ کیا ہے کہ میں دعائیں قبول کرتا ہوں اور میں بڑی دیر سے دعا کر رہا ہوں کہ یہ کر دے وہ کر دے۔ یہ دے دے وہ دے دے اور مجھے جواب نہیں ملتا تو اس آیت کو جو میں آپ کے سامنے پڑھتا ہوں ان دعاؤں کے مضمون کے ساتھ ملا کر سمجھیں تو پھر آپ کو پتا چلے گا کہ کون سی دعائیں مقبول ہوتی ہیں اور کون سی مقبول نہیں ہوتیں۔ فرمایا: وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِىۡ عَنِّىۡ فَاِنِّىۡ قَرِيۡبٌ ‌ؕ اُجِيۡبُ دَعۡوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ‌ ۙ فَلۡيَسۡتَجِيۡبُوۡا لِىۡ وَلۡيُؤۡمِنُوۡا بِىۡ لَعَلَّهُمۡ يَرۡشُدُوۡنَ (البقرہ:۱۸۷) کہ اے محمد ﷺ! جب میرے بندے تجھ سے میرے بارے میں سوال کریں تو اِنِّىۡ قَرِيۡبٌ۔ میں قریب ہوں۔ اُجِيۡبُ دَعۡوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ہر پکارنے والے کی پکار کو سنتا ہوں جب وہ مجھے بلاتا ہے لیکن ایک شرط کے ساتھ فَلۡيَسۡتَجِيۡبُوۡا لِىۡ میری باتوں کا بھی تو جواب دیا کریں

میری آواز پر بھی تو کان دھرا کریں۔ یہ نہ ہو کہ یک طرفہ مجھے بلاوے بھیجتے رہیں اور جب میں ان کو بلاؤں تو وہ پیچھے ہٹ جائیں وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ اور وہ مجھ پر سچا ایمان رکھیں لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ تا کہ وہ ہدایت پائیں اور کامیاب ہوں۔ یہ رشد کا رستہ قبولیت دعا کا رستہ ہے جو خدا تعالیٰ نے ہمیں تفصیل سے سمجھایا کہ وہ کونسا رستہ ہے اور کیسے لوگ ہیں جو اس رستے پر چلتے ہیں تو ان کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

قرآن کریم کی سورتیں اگر چہ اس ترتیب سے نہیں ہیں جس ترتیب سے یہ نازل ہوئیں لیکن جو ترتیب وحی الٰہی کے مطابق مقرر ہوئی اور جس ترتیب کے ساتھ ہم قرآن کریم کو آج پاتے ہیں اس ترتیب میں گہری حکمتیں ہیں اور مضمون کا تسلسل ہے۔ پس دعاؤں کے تسلسل میں بھی خدا تعالیٰ نے بعض گہری حکمتوں کو پیش نظر رکھا ہے اس لئے میں ترتیب کو مضامین کے لحاظ سے بدلنے کی بجائے بعینہ اسی طرح آپ کے سامنے رکھتا ہوں جس طرح قرآن کریم نے پیش فرمائی ہے۔

سب سے پہلی دعا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیان ہوئی ہے اور ظاہر ہے کہ اس کی کیا اہمیت ہے۔ آپ ابوالانبیاء کہلاتے ہیں یعنی وہ عظیم الشان نبیوں کا سلسلہ جس پر حضرت محمد مصطفی ﷺ پیدا ہوئے اس کے جدامجد حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے۔ فرمایا۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗٓ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۲۷﴾ وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ۭ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۲۸﴾ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۠ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۲۹﴾ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۳۰﴾

(البقرہ: ۱۲۷ تا ۱۳۰)

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا یہ اس وقت کی دعا ہے جبکہ

خانہ کعبہ کے کھنڈرات موجود تھے یعنی بعض بہت پرانے اور تقریباً معدوم مٹے ہوئے آثار موجود تھے لیکن خانہ کعبہ کی کوئی عمارت نہیں تھی۔ وحی الہٰی کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اس جگہ پہنچے۔ اسے تلاش کیا اور وہیں آپؑ نے حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیلؑ کو چھوڑا اور بعد میں جب حضرت اسماعیلؑ بڑے ہو گئے اور آپ کے ساتھ مدد کرنے کے قابل ہوئے تب اس کی تعمیر نو شروع کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اسماعیلؑ کا حصہ اس میں ڈالنا ضروری تھا اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اسماعیلؑ کی نسل سے پیدا ہونا تھا اس لئے آپ نے انتظار کیا کہ یہ بچہ جو دنیا کے عظیم ترین نبی کا جد امجد بننے والا ہے جس کی خاطر خانہ کعبہ کی تعمیر کا آغاز ہوا تھا جس نے خدا کے اس گھر کی تعمیر کے مقاصد کو اپنی انتہا تک پہنچانا تھا اس کا ہاتھ بھی اس تعمیر میں ساتھ لگ جائے اور شامل ہو جائے۔ پس قرآن کریم میں جہاں بھی تعمیر نو کا ذکر ہے وہاں حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ حضرت اسماعیلؑ کو ضرور شامل فرمایا گیا ہے اور دعاؤں میں بھی دونوں مل کر دعائیں کرتے ہیں۔ اس وقت تک صرف دو ہیں لیکن آگے جا کر جو دعائیں آئیں گی ان میں تعداد بڑھتی ہوئی دکھائی دیتی ہے فرمایا هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا اس جگہ کو امن کی جگہ بنا۔ وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ اور جو بھی یہاں رہیں ان کے لئے ہر قسم کے پھل مہیا فرما۔ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وہ لوگ جو اللہ پر اور یوم آخر پر ایمان لانے والے ہیں۔ خدا نے فرمایا وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا جو انکار بھی کر دے گا اسے بھی ان دنیاوی فوائد میں سے کچھ نہ کچھ میں ضرور پہنچاؤں گا۔ یہ نہیں کہ ادھر کسی نے انکار کیا وہیں میں نے نعمت کا ہاتھ کھینچ لیا تو جہاں تک ثمرات دنیا کا تعلق ہے وہ میں انکار کرنے والوں کو بھی دیتا رہوں گا لیکن کچھ عرصے تک ہمیشہ کے لئے نہیں ثُمَّ اَضْطَرُّهٗۤ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ کچھ عرصے سے مراد دنیا کی زندگی ہے یعنی دنیا کی زندگی میں میں پھلوں سے محروم نہیں کروں گا لیکن جب وہ مر کر میرے حضور پیش ہو گا تو اس لئے میں اس کو عذاب سے مبّرا قرار نہیں دوں گا کیونکہ اس کو میں نے دنیا میں نعمتیں دی تھیں۔ پس خانہ کعبہ کی نعمتوں سے وہ فائدہ اٹھانے والا تو ہو گا لیکن اپنے کفر یا ناشکری یا انکار کی وجہ سے مرنے کے بعد پھر اسے عذاب میں مبتلا کیا جائے گا اور یہ بہت ہی برا ٹھکانہ ہے جس کی طرف وہ لوٹ کے جانے والا ہے۔

وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ؕ اس وقت کو یاد کرو جب

ابراہیمؑ نے قواعد بیت کو اللہ کے گھر کی بنیادوں کو استوار کرنا شروع کیا۔ وَ اِسۡمٰعِیۡلُ اور اسماعیلؑ اس کے ساتھ تھا تو اس وقت پہلی دعا ان کی یہ تھی رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّا کہ اے خدا! ہم سے اس کو قبول فرمالے۔ حضرت ابراہیمؑ کی جو یہ دعا ہے اور حضرت اسماعیلؑ کی یہ دعا ہے اس دعا میں بہت گہری حکمتیں ہیں پہلی بات تو یہ سمجھائی گئی ہے کہ خدا کی خاطر اتنی مشقت اٹھا کر، اتنی مصیبتیں برداشت کر کے ایک ویرانے میں ابراہیمؑ اپنی بیوی اور بچے کو لے کر آیا۔ پھر لمبی مصیبتوں میں انتظار کیا بھوک دیکھی پیاس دیکھی ہر قسم کی تکلیفیں اٹھائیں۔ بار بار آتا رہا یہاں تک کہ وہ بچہ بڑا ہو گیا اور خدا کی خاطر، محض خدا کی خاطر گھر تعمیر کیا جا رہا ہے لیکن انکسار کا یہ عالم ہے کہ رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّا سے دعا شروع کی۔ اے اللہ! قبول فرمالینا گھر تو تیری خاطر بنا رہے ہیں خالصةً نیکی کی خاطر لیکن انسان خود اپنی نیتوں کی کنہوں سے واقف نہیں ہوتا انسان اپنے اندرون حال سے خود واقف نہیں ہوتا، اس لئے ہم یہ عرض کرتے ہیں کہ جو کچھ بھی ہم تیرے حضور پیش کر رہے ہیں اسے اپنی رحمت سے قبول فرمالینا۔ اِنَّكَ اَنۡتَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ تو سننے والا بھی ہے اور جاننے والا بھی ہے۔ صرف دعائیں سنتا ہی نہیں ان کے احوال سے واقف ہے۔ ان کے رازوں سے واقف ہے۔ ان نیتوں سے واقف ہے جو دعاؤں سے پہلے ہوتی ہیں اور جن کے نتیجے میں دعائیں اٹھتی ہیں۔ رَبَّنَا وَاجۡعَلۡنَا مُسۡلِمَیۡنِ لَكَ اے خدا! اس عبادت کے گھر کا کیا فائدہ؟ اگر ہم بنانے والے خود تیرے حضور مسلمان نہ ٹھہریں۔ پس ہم دونوں کو اپنا فرمانبردار بنائے رکھنا۔ مُسۡلِمَیۡنِ لَكَ ہمیشہ کے لئے اپنا فرمانبردار بنائے رکھنا وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا اور فرمانبرداری کی حالت میں ہمیں عبادت کے راز بھی سکھانا اور قربان گاہیں بھی دکھانا۔ منسک سے دونوں مراد ہو سکتے ہیں عبادت کا طریق بھی اور قربانی کا طریق اور وہ جگہیں جہاں انسان قربانی پیش کرتا ہے وَتُبۡ عَلَیۡنَا لیکن پھر ہم یہ عرض کرتے ہیں کہ ہم سے بخشش کا سلوک فرمانا ہماری توبہ کو قبول کرنا اِنَّكَ اَنۡتَ التَّوَّابُ الرَّحِیۡمُ تُو تو بے انتہا توبہ قبول کرنے والا ہے اور بے حد رحم کرنے والا ہے۔

پس نیکی کی دعاؤں کے ساتھ یہ عاجزی اور انکساری کی گریہ وزاری بھی جاری ہے اور اعتراف ہے کہ ہم کچھ بھی نہیں ہم گنہگار ہیں ہم نیکی کے جو کام بھی کرتے ہیں ان پر بھی ہمیں پورا یقین نہیں ہو سکتا جب تک تیری طرف سے رضامندی حاصل نہ ہو جائے کہ یہ نیکیاں قبول بھی ہوں

گی کہ نہیں رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ اے خدا ان لوگوں میں سے جو یہاں پیدا ہوں گے وہ عظیم الشان رسول برپا فرما يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ جو تیری آیات ان پر تلاوت کرے گا وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ اور انہیں کتاب بھی پڑھائے گا اور اس کی حکمت بھی۔ وَيُزَكِّيْهِمْ اور ان کو پاک فرمائے گا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ یقیناً تو غالب قدرتوں والا اور بڑی حکمتوں والا ہے۔ یہ دعا کی وہ تان ہے جہاں جا کر یہ دعا ٹوٹی ہے، جہاں جا کر یہ دعا اپنے عروج تک پہنچی ہے اور اب سمجھ آئی کہ پہلی دعاؤں میں اس قدر تقویٰ کی باریک راہوں کی پیروی کیوں ہو رہی تھی؟ اتنا انکسار کیوں تھا؟ اتنی بار بار کی احتیاط کیوں تھی کہ اے خدا ہماری دعاؤں کو قبول فرمانا۔ ہمیں پاک وصاف رکھنا۔ ہم میں ذرا بھی غیر کا کوئی شائبہ تک باقی نہ رہے خالص تیرے لئے ہم یہ کام کر رہے ہوں اور تو ان کاموں کو قبول کر رہا ہو کیونکہ یہ دعا حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کے سلسلے کی بنیاد ڈالنے والی دعا تھی اور اس عظیم الشان رسول کے برپا کرنے کی دعا تھی جس کی خاطر ساری کائنات کو پیدا کیا گیا تھا۔ اس لئے غیر معمولی تقویٰ کی ضرورت تھی اور غیر معمولی انکسار کی ضرورت تھی۔ یہ وہ مقام تھا جہاں تکبر داخل ہو سکتا تھا بعض تکبر نیکی میں بھی داخل ہو جاتے ہیں اور شیطان بہکا سکتا تھا کہ تم دونوں؟ تم تو اتنے عظیم الشان وجود ہو کہ وہ عظیم وجود جس کی خاطر ساری کائنات کو پیدا کیا گیا تھا وہ تمہاری نسل سے پیدا ہونے والا ہے۔ تو جتنا بڑا مقام عطا ہونے والا تھا اتنی ہی عاجزی بھی سکھائی گئی اور اس طرح انہوں نے عاجزانہ طور پر خدا کے حضور یہ دعائیں مانگیں جو بعینہٖ اسی طرح قبول ہوئیں۔ حیرت انگیز طریق پر ان ہی لفظوں میں یہ دعا قبول ہوئی ہے جن لفظوں میں ابراہیم علیہ السلام نے خدا سے مانگی تھی لیکن ترتیب انسانی سوچ کی تھی اگر چہ نبی تھا مگر بہر حال انسان تھا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے ترتیب بدل دی چنانچہ فرمایا: هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (الجمعہ:۳) ابراہیم علیہ السلام نے تو یہ عرض کیا تھا کہ جب وہ تلاوت آیات کر دے، پھر ان کی تعلیم دے دے، پھر ان کی حکمت سکھا دے تو اس کے نتیجے میں اس کے اندر پاک کرنے کی صفات پیدا ہو جائیں گی، پاک کرنے کی اہلیت پیدا ہو جائے گی پھر وہ ان کو پاک کرے

کیونکہ جب آیات پڑھی جائیں گی، ان کی تعلیم دی جائے گی، ان کی حکمت سکھائی جائے گی تو یہ سارا پاک کرنے والا ایک ایسا سلسلہ ہے جس کے نتیجے میں جو بھی لوگ اس کارخانے سے گزریں گے آخر تک پہنچتے پہنچتے پاک ہونے کے لئے تیار ہوں گے وَ یُزَكِّيْهِمْ پھر وہ ان کو پاک بھی کرے گا۔

خدا تعالیٰ نے محمد مصطفی ﷺ کا اصل مقام قبولیت دعا کے وقت ظاہر فرمایا اور فرمایا کہ ابراہیمؑ کی سوچ تو یہ تھی کہ وہ کتاب اور حکمت سکھانے کے بعد پھر ان کو پاک کرے گا۔ مگر میں یہ کہتا ہوں کہ محمد مصطفی ﷺ میں دو ایسی خوبیاں ہیں جن میں وہ سب دوسرے نبیوں سے ممتاز ہے اور پہلے نبی ان کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ ایک یہ کہ وہ ذاتی طور پر ایسی قوت قدسیہ رکھتا ہے کہ کتاب سکھانے سے پہلے اور اس کی حکمتیں بتانے سے پہلے محض اپنے وجود کی برکتوں سے لوگوں کو پاک کرنے کی اہلیت رکھتا ہے۔ پس تلاوت آیات تو بہر حال اول ہے کیونکہ خدا کے پیغام کو سنائے بغیر کوئی طاقت بھی حاصل نہیں ہوتی لیکن ساتھ ہی فرمایا وَ يُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وہ پہلے پاک کرتا ہے اور پاک کرنے کے لئے کسی تعلیم کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ محمد رسول اللہ ﷺ کا وجود خود پاک کرنے والا ہے اور دوسرا امتیاز یہ ہے کہ پہلے لوگ تو ایسے مدرسوں میں داخل ہوتے تھے کہ داخل ہونے سے پہلے پاک نہیں ہوتے تھے داخل ہونے کے بعد پاک کئے جاتے تھے اور گویا پاک ہو جانا ان مدارس کا منتہیٰ اور مقصود تھا۔ فرمایا یہ اتنا اونچا مدرسہ بنایا گیا ہے کہ یہاں داخل ہونے کے لئے پاک کی ضرورت ہے۔ جب تک پاک دل لے کر تم محمد رسول اللہ ﷺ کے قدموں میں حاضر نہیں ہو گے تم اس درس گاہ سے کچھ حاصل نہیں کر سکو گے۔ پس یہ دونوں مفاہیم بیک وقت صادق آتے ہیں اور اس دعا کی اہمیت بھی ہمارے سامنے ظاہر ہوتی ہے کہ کس طرح بعینہٖ ان چار صفات کا ذکر فرماتے ہوئے جن کا بڑی عاجزی کے ساتھ حضرت ابراہیمؑ نے خدا سے مانگا تھا، محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا ذکر فرما دیا کہ وہ بعینہٖ وہی صفات لے کر پیدا ہوا ہے جو ابراہیمؑ نے اس آنے والے کے لئے مانگی تھیں۔

اب دیکھیں کہ دنیا کی تاریخ میں اس دعا نے کتنا عظیم الشان کام کیا ہے۔ وہ لوگ جو اپنے لئے دعائیں کرتے کرتے مر جاتے ہیں وہ اپنے بچوں کے لئے دعائیں کرتے کرتے جان دے دیتے ہیں، فائدہ تو ضرور ہوتا ہے لیکن تھوڑے ماحول میں چند دن کے فائدے پہنچتے ہیں لیکن حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا دیکھیں کتنی نافع الناس تھی، کتنی عظیم الشان تھی، تمام دنیا نے

قیامت تک اس سے فائدے اٹھانے تھے اسی لئے اس دعا کو بھی عظمت ہوئی اور اس دعا مانگنے والے کو بھی ایسی عظمت نصیب ہوئی جیسے محمد رسول ﷺ کے سوا کسی اور نبی کو نصیب نہیں ہوئی دوسری دعا میں قرآن کریم ہمیں سورۃ البقرہ آیت ۲۰۲ میں یہ سکھاتا ہے: رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنۡیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الۡاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ یہ دعا درحقیقت خدا تعالیٰ کی طرف سے ان بندوں کے متعلق بیان فرمائی گئی ہے جو مناسک حج ادا کرنے کے بعد پھر خدا سے خیر مانگتے ہوئے واپس لوٹتے ہیں۔ وہ کیا کہتے ہوئے واپس آتے ہیں: رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنۡیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الۡاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ اے خدا ہمیں دنیا کی حسنات بھی عطا فرما اور آخرت کی حسنات بھی عطا فرما اور عَذَابَ النَّارِ سے بچانا۔

یہاں حَسَنَۃً اور فضل میں ایک فرق ہے جو آپ کو یاد رکھنا چاہئے ورنہ آپ کی دعا مکمل نہیں ہوگی۔ فضل عموماً دنیاوی فوائد کے لئے استعمال ہوتا ہے اگرچہ دوسرے فوائد کے لئے بھی لیکن حَسَنَۃً کا زیادہ تر تعلق نیکیوں سے ہے اور کوئی ایسی خیر حَسَنَۃً میں داخل نہیں ہوتی جو نیکی سے خالی ہو۔ اس لئے حَسَنَۃً میں جو حسن ہے وہ دوسری دعاؤں میں ویسا پیدا نہیں ہوتا کیونکہ مراد یہ ہے کہ ہمیں ہر اچھی چیز دے۔ دنیا میں سے بھی اچھی چیزیں دیں یعنی دنیاوی لحاظ سے بھی اچھی ہوں اور تیرے حضور بھی وہ اچھی اور پسندیدگی کی نظر سے دیکھنے کے لائق ہوں اور پھر آخرت میں سے بھی بہترین چیزیں عطا فرما اور دین میں سے بھی اس حصے پر عمل کرنے کی توفیق بخش جو سب سے زیادہ حسین ہے یعنی تعلیم کا وہ حصہ جو چوٹی کا حصہ ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس دعا کے متعلق فرمایا:۔

''ہماری جماعت ہر نماز کی آخری رکعت میں بعد رکوع مندرجہ ذیل دعا بکثرت پڑھے''۔ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنۡیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الۡاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ کہ اے ہمارے رب ہمیں دنیا کی بھی حَسَنَۃً عطا فرما اور آخرت کی بھی حَسَنَۃً عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔ پس وہ احمدی جو اس فرمان سے واقف نہیں ہیں وہ شاید دعا سے تو واقف ہوں گے لیکن یہ علم نہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نظر میں یہ دعا کتنی اہمیت رکھتی تھی۔

ایک موقعہ پر حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک مریض کی عیادت کے لئے

تشریف لے گئے جو بیماری سے اس طرح کھوکھلا ہو چکا تھا جیسے کسی چوزے کے پر نوچ لئے گئے ہوں اور وہ بالکل نڈھال ہو چکا ہو، آپ نے اس سے پوچھا کیا تم خدا سے کوئی خاص دعا کرتے ہو، اس نے عرض کی: ہاں! میں دعا کرتا ہوں کہ یا اللہ! تو نے جو عذاب مجھے قیامت کے روز دینا ہے وہ مجھے اس دنیا میں دیدے۔ آپؐ نے فرمایا۔ سبحان اللہ! تم اس کی طاقت نہیں رکھ سکتے۔ کیسا پیارا کلام ہے ۔کیسا دل کی گہرائیوں تک اتر جانے والا کلام ہے سبحان اللہ! تم اس کی طاقت نہیں رکھتے۔ خدا سے ایسی دعا نہ مانگا کرو کہ جس کی تم میں طاقت نہ ہو، تم برداشت نہ کرسکو۔ فرمایا: یہ دعا کیوں نہ کی۔ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنۡیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الۡاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ساری باتیں اس میں آگئیں۔ جس عذاب آخرت سے ڈرتے ہوئے تم دعا مانگ رہے تھے اس کا تو اس دعا میں ذکر موجود ہے۔ یہ دعا مقبول ہو جائے تو عذاب آخرت کہاں؟ لیکن اس کے ساتھ یہ دنیا کی حسنات بھی دیتی ہے اور آخرت کی حسنات بھی دیتی ہے۔

پس یہ دعائیں ہیں۔ ان کا ایک پس منظر ہے۔ کس طرح خدا کے پاک بندوں نے ان کی حکمتوں کو سمجھا، کس طرح ان کے متعلق تلقین فرمائی۔ جب بھی آپ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ کہنے کے بعد یہ مشکل دعا مانگتے ہیں کہ اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ۙ﴿۶﴾ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ تو پھر ان لوگوں کی دعائیں بھی تو ساتھ مانگا کریں اور بعینہٖ سورۃ فاتحہ کے بعد ان دعاؤں کے لئے قرآن کریم کی آیات پڑھنے کا وقت آجاتا ہے تو ایسی آیات کا انتخاب کریں جن آیات میں ایسی دعائیں ہوں اور دعاؤں کے مضمون کو اگر آپ سمجھ جائیں تو ہر ضرورت کے لئے ہر مشکل کے لئے ہر خواہش جو نیک خواہش ہے اس کو پورا کرنے کے لئے آپ کو قرآن کریم میں کوئی نہ کوئی مناسب حال دعا مل جائے گی۔ اگر اس کے پس منظر کو سمجھ جائیں تو پھر دل میں درد پیدا ہوگا۔ سوز پیدا ہوگا اور آپ کی دعاؤں میں ایک نئی زندگی پیدا ہو جائے گی۔ وہ ایسے چوزے کی طرح کی دعائیں نہیں ہوں گی جس کے پر نوچے جا چکے ہوں، ایسے پرندے کی طرح دعائیں ہوں گی جو اڑنے کی سکت رکھتا ہو اور بلند پروازی جانتا ہو اور بلند پروازی کی طاقت رکھتا ہو۔

پھر ایک دعا ہے جو حضرت طالوت جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ جدعون تھے، ان کی دعا قرآن کریم نے محفوظ فرمائی ہے۔ جب وہ جالوت کی فوجوں کے ساتھ مقابلے کے لئے نکلے تو جالوت

کی فوجیں بہت زیادہ تھیں اور بہت طاقتور تھیں اور اس کے مقابلے پر حضرت طالوت کی فوج بہت مختصر تھی اور اس میں سے بھی بہت سے ایسے تھے جو ابتلاء پر پورا نہیں اتر سکے اور آخر وقت تک ساتھ نہ دے سکے۔ اس لئے جو باقی بچے وہ بہت ہی تھوڑے رہ گئے۔ اس وقت انہوں نے ایک دعا کی رَبَّنَآ اَفۡرِغۡ عَلَيۡنَا صَبۡرًا وَّثَبِّتۡ اَقۡدَامَنَا وَانۡصُرۡنَا عَلَى الۡقَوۡمِ الۡكٰفِرِيۡنَ (البقرہ: ۲۵۱) کہ اے خدا! ہم پر صبر نازل فرما، ہمیں صبر عطا فرما، وَّثَبِّتۡ اَقۡدَامَنَا اور ہمارے قدموں کو مستحکم اور مضبوط کر دے۔ وَانۡصُرۡنَا عَلَى الۡقَوۡمِ الۡكٰفِرِيۡنَ اور ہمیں انکار کرنے والوں کی قوم پر فتح نصیب فرما۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ دعا ایسی تھی جسے میں نے فوراً قبول کر لیا فَهَزَمُوۡهُمۡ بِاِذۡنِ اللّٰهِ (البقرہ: ۲۵۲) پس وہ جو عظیم شکست انہوں نے دشمن کو دی وہ محض اللہ کے اذن سے تھی ورنہ ان میں یہ طاقت نہیں تھی کہ اتنے بھاری دشمن پر فتحیاب ہو سکتے۔

پھر قرآن کریم نے آنحضرت ﷺ کی دعاؤں کا بھی نقشہ کھینچا ہے۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ قرآن کریم میں باقی انبیاء کی دعائیں ہیں محمد رسول اللہ ﷺ کی دعائیں نہیں حالانکہ بہت سی دعائیں جن میں نام نہیں لیا گیا اور بعض ایمان والوں کی دعائیں بتائی گئی ہیں وہ دعائیں وہ ہیں جو حضرت اقدس محمد رسول اللہؐ اور آپؐ کے ساتھیوں کی دعائیں تھیں اور بہت سی ایسی دعائیں ہیں جو خدا تعالیٰ نے خود آپ کو مخاطب کر کے سمجھائیں کہ یہ دعا مجھ سے کیا کرو۔ یہ ساری دعائیں قرآن میں محفوظ ہیں۔ اس کے علاوہ اور بھی دعائیں ہیں جن کا قرآن میں تفصیل سے ذکر نہیں ملتا لیکن مضمون موجود ہے ان دعاؤں کا انشاء اللہ بعد میں ذکر کروں گا۔ ایک دعا یہ بتائی: اٰمَنَ الرَّسُوۡلُ بِمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡهِ مِنۡ رَّبِّهٖ وَالۡمُؤۡمِنُوۡنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۟ (البقرۃ: ۲۸۶)

دیکھو! محمد رسول اللہ خدا تعالیٰ کی ہر اس چیز پر ایمان لے آئے، ہر اس بات پر ایمان لے آئے۔ ہر اس حکم پر ایمان لے آئے جو ان کی طرف نازل کی گئی اور ان کے ساتھ ہی ان پر ایمان لانے والے بھی خدا کی کامل وحی پر ہر طرح سے ایمان لے آئے۔ یعنی محمد رسول اللہ ﷺ کے پیچھے چل چل کر جن جن باتوں پر وہ ایمان لاتے گئے آپؐ کے صحابہ آپ کے غلام بھی ان باتوں پر ایمان لاتے چلے گئے۔ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۟ یہ سب کے سب وہ ہیں جو اللہ پر بھی ایمان لائے ملائکہ پر بھی ایمان لائے اور کتابوں پر بھی ایمان لائے اور خدا تعالیٰ کے رسولوں پر

بھی ایمان لائے اور یہ اقرار کیا لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ کہ جہاں تک وحی کی عظمت کا تعلق ہے جہاں تک تیرے فرمان کے احترام کا تعلق ہے ہم کسی بڑے چھوٹے رسول کی وحی میں فرق نہیں کریں گے۔ جو حکم تیری طرف سے آئے گا وہ کسی طرح ہم تک پہنچے، خواہ بڑے رسول کے ذریعہ پہنچے یا چھوٹے رسول کے ذریعے پہنچے ہم تو تیرے حکم پر نگاہ کرنے والے ہیں اس لئے جہاں تک وحی کے احترام کا تعلق ہے اس میں ہم کوئی فرق نہیں کریں گے کہ کوئی رسول زیادہ قابل احترام ہے اور کوئی رسول کم قابل احترام ہے اس بحث میں نہیں پڑیں گے اور پھر وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ اے خدا! ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کر دی یعنی جو کچھ ہم نے سنا اس سب پر ہم ایمان بھی لائے اور ہم اطاعت کے لئے حاضر ہو گئے اور عمل کرنا شروع کر دیا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ اس لئے اب ہم تجھ سے بخشش کا حق مانگتے ہیں، بخشش کی توقع رکھتے ہیں تو ہم سے بخشش کا سلوک فرما۔ دیکھئے اس میں بھی کتنا انکسار ہے۔ محمد رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے ساتھی جس کیفیت کے ساتھ خدا کی وحی پر ایمان لائے کبھی دنیا میں کوئی قوم ایسی پیدا نہیں ہوئی جس نے اس شان کے ساتھ اس خلوص کے ساتھ اس طرح مضمون کی باریکیوں کو سمجھتے ہوئے خدا کے کسی نبی کی وحی پر ایمان لایا ہو مگر یہ لوگ محمد رسول اللہؐ اور آپ کے ساتھی اس وحی پر اس کامل شان کے ساتھ ایمان لے آئے اور پھر خدا کے سب رسولوں پر فرشتوں پر کتابوں پر سب پر ایمان لانے کے بعد پھر اپنا یہ دستور بنا لیا کہ سنا اور اطاعت شروع کر دی اور مقابل پر خدا سے کیا مانگا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا اس کے باوجود ہم کسی چیز کے مستحق نہیں ہم جانتے ہیں کہ یہ سب توفیق تیری دی ہوئی ہے۔ ہاں بخشش کی توقع رکھتے ہیں کہ ہم سے جو کمزوریاں ہو جائیں، غفلتیں ہوں تو ہم سے بخشش کا سلوک فرما۔ وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ اور ہم نے آخر تیرے پاس پہنچنا ہے۔ کوئی مفر نہیں ہے۔ لازماً ہم سب آخر تیرے حضور پہنچیں گے۔

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا فرمایا ہاں میں جانتا ہوں کہ تم میں سے مختلف لوگوں کو میں نے مختلف توفیق عطا فرمائی ہے۔ کسی کو زیادہ طاقتیں دی ہیں کسی کو کم طاقتیں دی ہیں چونکہ میں نے طاقتیں دی ہیں میں تم سے تمہاری طاقتوں کے مطابق سلوک کروں گا۔ محمد مصطفی ﷺ سے ان کی طاقتوں کے مطابق اور ان کے غلاموں سے درجہ بدرجہ، صدیقوں سے

صدیقوں کے مطابق، شہداء سے شہداء کے مطابق اور صالحین سے صالحین کے مطابق۔ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ قانون یہ ہے کہ جو کچھ بھی نیکی تم سے سرزد ہوگی یا ان لوگوں سے ہوگی اس نیکی کی میں جزاء ضرور دوں گا مگر بدی کے متعلق احتیاط کرلوں گا کہ نیت اور پختہ نیت کا دخل ہو۔ جان بوجھ کر عمداً کی گئی ہو۔ اكْتَسَبَتْ میں واضح نیت اور ارادے کا معنی پایا جاتا ہے تو دیکھئے یہ بھی کتنا احسان اور مغفرت کا سلوک ہے۔ دراصل غُفْرَانَكَ کا جواب ہے فرمایا۔ ہاں غفران کا سلوک کروں گا اس طرح کہ نیکی تم سے راہ چلتے اتفاقاً بھی ہو جائے تو میں کہوں گا کہ تمہارے حساب میں لکھ لی جائے اور فرشتے تمہارے حساب میں لکھ لیا کریں گے لیکن بدی کے متعلق احتیاط کا حکم دوں گا کہ دیکھنا اس کی نیت تھی کہ نہیں۔ ارادہ تھا کہ نہیں۔ چنانچہ حضرت آدمؑ کے ذکر میں فرمایا: وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا (طٰہٰ:۱۱۶) ہم نے جو اس سے مغفرت کا سلوک فرمایا تو وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ہم نے خوب ٹٹول کر دیکھا، اس کی نیت میں عزم نہیں پایا جاتا تھا۔ ٹھوکر کھائی تھی، غفلت ہوگئی تھی۔ پس غُفْرَانَكَ کا جواب بھی ہمیں مل گیا۔

پھر وہ دعا بتائی اور تفصیل کے ساتھ اس دعا کا ذکر فرمایا جو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپؐ کے شاگردؓ آپؐ کے غلامؓ آپؐ کے صحابہؓ ہمیشہ خدا کے حضور گریہ وزاری سے کیا کرتے تھے۔ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا (البقرہ:۲۸۷) اے خدا! لَا تُؤَاخِذْنَآ ہرگز ہمارا مؤاخذہ نہ فرمانا۔ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا اگر ہم سے بھول چوک ہو جائے اور غلطی کر دیں تو اس کا تو کوئی کھاتا ہی نہ رکھنا۔ اسے تو شروع سے ہی صاف کر دینا کہ ٹھیک ہے، یہ کسی شمار میں نہیں ہوگی۔ پھر رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا اور اے خدا! جہاں تک اس اصر کا تعلق ہے جو تو نے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا وہ ہم پر ڈالنا ہی نہ۔

اصــر اور حــمل دو مضمون ہیں جو اس آیت میں بیان ہوئے ہیں۔ اصر سے متعلق لغوی تحقیق یہ ہے۔ اصــر الشئ: کسی چیز کو توڑا مروڑا روکا۔ کوئی چیز اتنا بڑھ گئی مثلاً درخت کی شاخیں کہ آپس میں گنجھلیں پڑ گئیں اور ایک دوسرے کے ساتھ مل کر ایک دوسرے کو خراب کرنے لگ گئیں۔ انتصرا القوم: لوگ زیادہ ہوگئے۔ مأصر: اس رسی کو بھی کہتے ہیں جو سڑک پر ٹول (Toll) وصول کرنے کے لئے لگائی جاتی تھی۔ آج کل بھی گیٹ Gate لگتے ہیں۔ یعنی وہ رسی جو گاڑیوں کو

موٹروں کو، گدھے گاڑیوں کو، اس زمانے میں تو گھوڑے اور خچر وغیرہ ہوا کرتے تھے تو ان کو روکنے کے لئے ہوتی تھی کہ اپنا ٹیکس دے کر جاؤ تو یہ سارے مفاہیم ہمیں بتاتے ہیں کہ اس دعا کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم پر کوئی ایسی شریعت نہ نازل فرمانا بوجھ سے مراد بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ خدا کی طرف سے پابندیاں ہیں، ہرگز یہ مراد نہیں مراد یہ ہے کہ ہم پر ایسی پابندیاں نہ لگانا جن پابندیوں کو برداشت نہ کر کے پرانے لوگوں کی کمریں ٹوٹ گئیں اور وہ منہدم ہو گئے اور ایسی پابندیاں نہ لگانا جو تو نے کم لگائی تھیں لیکن رفتہ رفتہ لوگوں نے بڑھانی شروع کر دیں اور سیدھے سادے دین کو گنجھل بنا دیا۔

چنانچہ وہ جو قرآن کریم میں دوسری جگہ آتا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ لوگوں سے ان کے اِصْر دور فرماتا ہے۔ جن بوجھوں میں وہ مبتلا ہوئے ہیں، جو زائد رسم و رواج ان کے گلوں کے طوق بن گئے ہیں وہ ان سے ان کو رہائی دلاتا ہے۔ تو یہ وہ مضمون ہے کہ ہمیں ایسے لوگوں کے رستے پر نہ چلانا جن کی تعلیمات ان کے لئے رفتہ رفتہ اِصْر بن گئیں۔ اس میں اضافے ہونے شروع ہو گئے، رسم و رواج پیدا ہو گئے۔ ایسی مشکل بنا دی گئیں کہ پھر ان پر عمل نہیں ہو سکتا تھا اور پھر ایسے بھی لوگ تھے جن کی تعلیمات رفتہ رفتہ ٹیکس کی وصولی کی طرح بوجھل اور قابل نفرت بن گئیں۔ جب ان سے ان تعلیمات پر عمل کرنے کا مطالبہ کیا جاتا تھا تو سننے والے یہ سمجھتے تھے کہ یہ کیا مصیبت ہے۔

یہ ویسی ہی کیفیت ہے جیسے گزشتہ کچھ عرصہ پہلے ضیاء الحق صاحب نے نماز فرض کر دی تھی۔ ایک تو خدا نے فرض کر رکھی تھی 1400 سال پہلے سے ایک ضیاء صاحب نے اس کے اوپر پھر فرض فرما دی اور اس وقت کی جو کیفیت لوگ مجھے لکھا کرتے تھے وہ بالکل وہی تھی، جو میں بیان کر رہا ہوں کہ لوگ سمجھتے تھے کہ یہ تو ٹیکس پڑ گیا ہے اس کی ادائیگی سے جس طرح ہو سکے بھاگو۔ جو خدا کی فرض کردہ نمازیں پہلے پڑھتے تھے وہ تو اسی طرح پڑھتے رہے ان کو تو کوئی فرق نہیں پڑا لیکن ایک بڑی تعداد وہ تھی جو اصر سمجھ کر نمازوں کو پڑھتے تھے اور ان کا رجحان یہ تھا کہ گویا ان پر ٹیکس عائد کر دیا گیا ہے تو دیکھیں کتنی اچھی دعا سکھا دی۔ فرمایا: اے خدا تیری تعلیم کو تو ہم قبول کریں گے لیکن ہم تجھ سے کچھ گزارشات کرتے ہیں ہم ہر چیز پر ایمان لے آئے یہ عہد کر بیٹھے ہیں جو سنیں گے اس کی اطاعت کریں گے لیکن اب ہمارے ساتھ ذرا ایک **Code of conduct** طے ہو جائے ایک ایسا طریق کار وضع ہو جائے جس پر ہم سے تیرا معاملہ ہوگا۔ ایک یہ کہ خطا تو شمار میں ہی نہیں آئے

گی۔بھول چوک معاف پرانے لوگوں کی غلطیاں دوہرانے کی تو ہمیں توفیق ہی نہیں بخشے گا۔ہم تیری تعلیم کو ہرگز اپنے لئے بوجھ نہیں بننے دیں گے اور نہ تیری تعلیم کو بوجھ شمار کریں گے اور نہ ٹیکس شمار کریں گے۔پھراس کے بعد کیا ہے رَبَّنَاوَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ اس کے باوجود ہمیں پتا نہیں کہ پھر بھی کیا کیا ہونے والا ہے جہاں تک گزشتہ تاریخ کے سبق ہیں وہ تو ہم حاصل کئے لیکن اپنی کمزوریوں سے ہم پھر بھی واقف نہیں ہیں۔وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ تو نے وعدہ فرمایا ہے۔لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا پس اس وعدے کو یاد دلاتے ہیں اور پھر یہ تاکیداً عرض ہے۔کہ ہم میں جتنی طاقت ہے اس سے زیادہ ہم پر بوجھ نہیں ڈالنا۔طاقت دیکھ کر بوجھ ڈالنا اوراس کے بعد پھر بعد میں کیا سلوک ہو۔وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اے خدا!عفو کا سلوک فرمانا۔پھر بھی گناہ ہوں گے تو دیکھنا ہی نہ گویا گناہ ایک طرف ہورہے ہیں اور تیری نظریں دوسری طرف ہیں۔وَاغْفِرْ لَنَا اور جو گناہ تیری نظر کے سامنے آجائیں ویسے تو ہر چیز پر خدا کی نظر ہے لیکن ایک اسلوب بیان ہے۔جس طرح بعض لوگ حلم کا سلوک کرنے والے،مغفرت کا سلوک کرنے والے عفو سے آغاز کرتے ہیں اور کوشش کرتے رہتے ہیں کہ برائی نظر کے سامنے ہی نہ آئے۔برائی کو اس وقت دیکھتے ہیں جب پکڑنے کا ارادہ کرتے ہیں حضرت مصلح موعودؓ کا بھی یہی طریق تھا مجھے یاد ہے بچپن میں آپ جب گھروں میں آیا کرتے تھے تو ہم بچپن کی کئی قسم کی بیہودہ حرکتیں کیا کرتے تھے تو آپ اس طرح غفلت کی نظر سے دیکھتے ہوئے گزرتے تھے جیسے پتا ہی نہیں لگا اوراس وقت دیکھتے تھے جب پکڑنے کا ارادہ ہو۔جب سمجھیں کہ اب معاملہ کچھ ہاتھ سے بڑھتا چلا گیا ہے لیکن خدا سے یہ دعا نہیں ہے کہ ہمیں اس وقت گناہوں میں دیکھنا جب پکڑنے کا ارادہ ہو۔فرمایا جب دیکھنا تو بخشش کے ارادے سے دیکھنا۔جب پکڑے جائیں،بات کھل جائے تو وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اور رحم فرمانا۔استحقاق کوئی نہیں۔باربار کی غلطیاں ہوں گی۔تیرے حضور حاضر ہوں گے کچھ لے کر نہیں حاضر ہوں گے۔ایسے اقرار باربار توڑ چکے ہوں گے جو تیرے حضور مضبوطی سے باندھے ہوئے ہوں گے۔کئی دفعہ توبہ کی ہوگی۔ایسی صورت میں رحم کا سلوک فرمانا۔کہنا:بڑے کمزور عاجز انسان ہیں ان کا کام ہی یہی ہے غلطیاں کرنا۔جیسا کہ آنحضرت ﷺ کا ایک فارسی کا الہام بھی بیان کیا جاتا ہے کہ:۔

ایں مشت خاک را گر نہ بخشم چہ کنم

کہ اس خاک کی مٹھی کو میں بخشوں نہ تو کروں کیا۔اس انسان کی حیثیت کیا ہے؟ اتنا کمزور اتنا ناقص، بار بار گناہوں میں مبتلا ہونے والا۔ چلو دفعہ کرو اس کو، بخش ہی دو۔ خاک کی مٹھی ہی تو ہے تو یہ معنی وَارْحَمْنَا کے ہیں کہ اے خدا! پھر یہ کہہ دینا کہ چلو رحم ہی کر لیتے ہیں۔ کچھ نہیں۔ اَنْتَ مَوْلٰنَا یہ بات یاد رکھنا کہ ہمارا مولا تو ہے۔اس لفظ میں ساری دعا کے درد کو سمو دیا گیا ہے اور دعا کی قبولیت کا راز بیان فرما دیا گیا ہے۔ ان حالتوں کے باوجود سوائے تیرے ہم نے کسی اور طرف نہیں دیکھا۔ اپنی تمام کمزوریوں اور گناہوں کے باوجود تجھ سے اس معنوں میں وفا کی ہے کہ اپنا مولا صرف تجھے سمجھا ہے اور کسی اور کو نہیں سمجھا۔ پس جب مولا تو ہے تو جائیں کہاں؟ دیکھئے! وہی دعا ہے ناں کہ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کہ اے خدا جب تیری عبادت کرتے ہیں، کسی اور کی کرتے ہی نہیں تو مدد کس سے مانگیں؟ اور ہے کون؟

ہم تیرا در چھوڑ کر جائیں کہاں
چین دل آرامِ جاں پائیں کہاں (کلام محمود:۔۔)

اور کچھ بھی نہیں ہے پس مولٰنا نے وہ راز کھول دیا کہ کیوں ایسی عجیب وغریب سی دعائیں مانگو، جن میں کوئی منطق نظر نہیں آتی۔ کیوں خدا تم سے یہ سلوک کرتا چلا جائے یہ عرض کرنا کہ اے خدا! ہمارا مولا تو ہے۔ اگر ہم نے کسی اور کو مولا بنا لیا تو پھر ان دعاؤں کا ہمیں استحقاق نہیں رہے گا۔ پس یہ دعا مقبول تب ہوگی اگر آپ کا مولا خدا ہی ہو۔ اگر ضرورت اور مصیبت کے وقت دوسروں کی طرف نہ بھاگیں اگر شرک میں مبتلا نہ ہوں۔ اگر مولا دنیا والے بنائے ہوئے اور دعا محمد رسول اللہ ﷺ والی کریں کہ جن کا مولا خدا کے سوا کوئی بھی نہیں تھا تو ایک بے محل دعا ہوگی۔ اس کا آپ سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ۔ پس انکار کرنے والوں اور ناشکری کرنے والوں پر تو ہمیں نصرت عطا فرما کیونکہ ہمارا مولا تو ہے اور تیرے سوا اور کوئی مولا نہیں۔

پھر یہ دعا سکھائی رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ (آل عمران:۹) یہ دعا راسخون فی العلم کی دعا کے طور پر سکھائی گئی ہے جو محکمات اور متشابہات دونوں پر ایمان لاتے ہیں اور یہ عرض کرتے ہیں۔ کل من

عند اللہ۔ یہ سب کچھ خدا ہی کی طرف سے ہے۔اس لئے یہ بتانا ضروری ہے کہ آپ بغیر اس مضمون کو سمجھے اگر یہ دعا کرتے رہیں کہ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا جیسا کہ بعض کتب میں قرآنی دعائیں لکھی ہوئی ہیں اور پس منظر بیان نہیں ہوا تو ہوسکتا ہے کہ آپ کی دعا کا تیر خالی چلا جائے اور آپ کو علم نہ ہو کہ کیوں خطا ہوا۔ کیوں نشانے پر نہیں بیٹھا۔فرمایا یہ دعا ان لوگوں کی طرف سے مقبول ہوتی ہے جو متشابہات پر بھی ایمان لاتے ہیں اور محکمات پر بھی ایمان لاتے ہیں قرآن کریم کی آیات ہوں یا محمد رسول اللہ ﷺ کا کلام ہو یا دوسرے **اولو الامر** کی اطاعت کا مسئلہ ہو یہ سلوک نہ کرنے والے ہوں کہ جو بات کھلی کھلی دلیل کے ساتھ سمجھ آجائے اس پر تو شرح صدر کے ساتھ ایمان لے آئیں اور جہاں ذرا بھی شک کا کوئی پہلو دیکھیں وہاں شکوک میں مبتلا ہو جائیں ، توہمات میں مبتلا ہو جائیں۔شاید یہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی،شاید یہ بات پوری نہیں ہوئی یہاں زیادہ سختی ہوگئی ہے۔ یہاں ہمارے مزاج کے خلاف بات ہوگئی ہے۔ یہ متشابہات ہیں تو فرمایا اگر تم متشابہات پر ایمان نہیں لائے اور یہ متشابہات کو شرح صدر کے ساتھ قبول نہیں کرتے۔اگر میٹھا میٹھا کھانے کی عادت ہے اور ہلکا سا مزا بدلے تو تھوک دینے کے عادی ہو تو پھر یہ دعا کرتے ہوئے ہمارے حضور حاضر نہ ہونا۔ہم تو یہ دعا تمہیں ایسے لوگوں کی دعا کے طور پر بتا رہے ہیں جو **راسخون فی العلم** تھے۔جو محکمات پر بھی کامل ایمان لاتے تھے اور متشابہات پر بھی کامل ایمان لاتے تھے۔پھر وہ کیا کہتے تھے۔رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا اب دیکھیں کتنی موزوں اور برمحل دعا ہے اور اس کا پس منظر جاننا کیوں ضروری ہے۔دعا یہ ہے کہ اے خدا! ہمارے دلوں کو ایک دفعہ ہدایت دینے کے بعد ٹیڑھا نہ کرنا یا ٹیڑھا نہ ہونے دینا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اپنے حضور سے ہمیں رحمت عطا فرمانا۔ہم سے رحمت کا سلوک کرنا اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ یقیناً تو بہت ہی زیادہ رحمت کا اور موہبت کا ، بخشش اور پیار کا سلوک کرنے والا ہے۔اب یہ دعا ان لوگوں کے حق میں قبول نہیں ہوسکتی جو ہر اس مقام پر جہاں دل ٹیڑھے ہونے کے احتمالات پیدا ہوتے ہیں۔ٹھوکر کھا جاتے ہیں اور خود اپنے دلوں کو ٹیڑھا ہونے دیتے ہیں۔فرمایا جو **راسخون فی العلم** ہیں وہ ایسا نہیں کرتے لیکن اس کے باوجود جانتے ہیں کہ خدا سے طاقت پائے بغیر وہ ان ابتلاؤں سے صحیح سالم گزر نہیں سکتے۔ان کو دعاؤں کی پھر بھی ضرورت ہے۔پس متشابہات سے ٹھوکر نہیں کھاتے لیکن جانتے ہیں کہ

دعا کے سہارے کے بغیر ہر وقت خطرے میں ہیں۔ پس اگر تم متشابہات سے ثابت قدمی سے گزرنے کی اہلیت رکھتے ہو اور بار بار شکوں کے ذریعہ، اپنے ایمان کو ضائع نہیں کرتے تو پھر یہ دعا کرو، پھر تمہارے ایمان کو نئی طاقت نصیب ہوگی پھر تمہیں مشکل مقامات پر، لڑکھڑانے کی جگہوں پر خدا کی طرف سے سہارے دیئے جائیں گے اور نئی طاقتیں عطا کی جائیں گی۔ پھر تمہیں ہر خطرے کے مقام سے گرنے سے بچالیا جائے گا۔ رَبَّنَآ اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ (آل عمران:۱۰) اے خدا! تو ایک ایسے دن کے وقت ہم سب کو اکٹھا کرنے والا ہے۔ جس میں کوئی شک نہیں۔ اب دیکھیں کتنی پر حکمت بات ہے۔ اس مضمون سے اس فقرے کا کتنا گہرا تعلق ہے جو پہلے بیان ہو چکا ہے۔ فرمایا: رَيْبَ کی بات چل رہی تھی کہ اے خدا! وہ لوگ جو متشابہات کے وقت شک نہیں کرتے ان کے ساتھ شامل ہو کر یہ دعا کیا کرو کیونکہ بالآخر ایک ایسا دن آنے والا ہے جس میں کوئی شک باقی نہیں رہے گا۔ جن باتوں کو تم آج نہیں سمجھ سکے وہ کل تمہارے سامنے کھول دی جائیں گی اور جب وہ کھول دی جائیں گی تو پھر تمہیں معلوم ہوگا کہ تم کتنی غلطی پر تھے۔ اس لئے استغفار سے کام لیتے ہوئے دعاؤں کے ذریعہ ان ٹھوکروں سے بچنے کی کوشش کرو جن کا حال ایک ایسے دن پر کھول دیا جائے گا جس کے متعلق وہ دعا کرنے والے خود عرض کرتے ہیں کہ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ اس دن ہمارے ساتھ ربوبیت کا سلوک فرمانا جس دن سب دنیا اکٹھی ہوگی اور اس دن میں کوئی شک والی بات نہیں ہوگی۔ یہاں دو معنی ہیں۔ وہ دن شک سے بالا ہے یعنی لازماً ایسا ایک دور آنے والا ہے جس میں یہ باتیں ہوں گی اور اس دن کوئی شک والی بات نہیں ہوگی۔ سب پردے اٹھا دیئے جائیں گے۔

پھر سورۂ آل عمران آیت ۱۷ میں متقیوں کی دعا کے طور پر یہ دعا سکھائی: رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا اے خدا! ہم ایمان لے آئے۔ پس ہمارے گناہ بخش دے۔ وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔

پھر آنحضرت ﷺ کو خدا تعالیٰ نے خود یہ دعا سکھائی: قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ۫ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ؕ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۷﴾ تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ

فِي الَّيْلِ ۡ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ ۡ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ (آل عمران: ۲۷، ۲۸)

اے محمد ﷺ! تو مجھ سے یوں مخاطب ہوا کر مجھ سے یہ دعا کیا کر کہ اے ہمارے اللہ! تو ملک کا مالک ہے۔ یعنی ہر قسم کی ملکیت جس کا تصور کیا جاسکتا ہے وہ تیرے قبضۂ قدرت میں ہے۔ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ اور دنیا کی بادشاہتیں بھی اور آخرت کی بادشاہتیں بھی تیری طرف سے عطا ہوتی ہیں جس کو جو چاہے جس طرح چاہے تو عطا فرما دے خواہ وہ اس دنیا کا ملک ہو یا آخرت کا ملک ہو۔ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ لیکن تو چھیننے کی بھی طاقت رکھتا ہے جب چاہے کسی کو نااہل قرار دے کر اس سے اپنا عطا کردہ ملک واپس لے لے۔ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ تو جس کو چاہتا ہے عزت بخشتا ہے اور جس کو چاہتا ہے اسے ذلیل ہونے دیتا ہے لیکن بِيَدِكَ الْخَيْرُ تیرے ہاتھ میں خیر ہے۔ بھلائی ہے۔ تیری طرف سے کسی کو ذلت نہیں پہنچتی۔ تو ذلیل ہونے دیتا ہے۔ یعنی اگر وہ خود ذلیل ہونا چاہتا ہے تو بعض دفعہ تو فیصلہ فرما لیتا ہے کہ اچھا پھر ہم تجھے ذلیل ہونے دیں گے اور پھر وہ ذلیل اور رسوا ہو جاتا ہے لیکن جہاں تک تیرے ہاتھ کا تعلق ہے یہ ہاتھ خیر کا ہاتھ ہے یہ برائی کا ہاتھ نہیں ہے۔ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اور تو ہر چیز پر قادر ہے جو تو چاہتا ہے اور چونکہ تو بھلائی چاہتا ہے اس لئے ہم تجھ سے بھلائی ہی کی توقع رکھتے ہیں۔ تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ زمانے ادلتے بدلتے رہتے ہیں راتیں دنوں میں داخل ہو جاتی ہیں اور دنوں کو تو راتوں میں داخل فرما دیتا ہے جب چاہے راتوں کو دنوں میں داخل فرماتا ہے۔ دنوں کو راتوں میں داخل فرما دیتا ہے۔ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ اور اسی طرح تو زندوں کو مردوں میں داخل کر دیتا ہے اور مردوں کو زندوں میں داخل فرما دیتا ہے۔ پس ہر آن تیرا فضل ہی ہے جو ہمیں ہمیشہ صحیح رستے پر قائم رکھے اور مردوں سے زندوں میں داخل ہونے والے ہوں نہ کہ زندوں سے مردوں میں داخل ہونے والے۔ اسی طرح ہمارے زمانے راتوں سے روشنیوں میں تبدیل ہونے والے ہوں، روشنیوں سے راتوں میں تبدیل ہونے والے نہ ہوں۔ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ اور تو جسے چاہتا ہے بغیر حساب کے اسے رزق عطا فرماتا ہے۔

آنحضرت ﷺ نے اس دعا کے متعلق فرمایا کہ جو شخص سورۂ فاتحہ کی تلاوت کرتا ہے، پھر آیت الکرسی کی تلاوت کرتا ہے، پھر ال عمران کی اس آیت کی تلاوت کرتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَ اُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًۢا بِالْقِسْطِ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (آل عمران:۱۹): شَهِدَ اللّٰهُ اللہ تعالیٰ اس بات کا گواہ ہے اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ کہ اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں وَ الْمَلٰٓئِكَةُ اور فرشتے بھی اس بات کے گواہ ہیں اور اُولُوا الْعِلْمِ اور جتنے صاحب علم لوگ جتنے ہیں وہ بھی اس بات کے گواہ ہیں۔ قَآئِمًۢا بِالْقِسْطِ خدا تعالیٰ اور خدا تعالیٰ کی اطاعت کرنے والے سارے ہمیشہ انصاف پر قائم رہتے ہیں اور وہ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ عزیز بھی ہے اور حکیم بھی ہے۔

اس آیت کی تلاوت کرتے ہیں اور پھر یہ دعا پڑھتے ہیں جو ابھی میں نے آپ کے سامنے پڑھی ہے فرمایا: جو شخص بھی ہر فرض نماز کے بعد یہ دعائیں کرے گا اس کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے جنت بطور ماوٰی مقدر کر دی ہے اور اسے جنت الفردوس میں سکونت عطا کروں گا اور ہر روز ستّر مرتبہ اسے اپنے دیدار سے مشرف کروں گا۔ یہاں لفظ ستّر جو ہے اس کے متعلق بتانا ضروری ہے کہ عربوں میں یہ ایک عدد ہے جو کثرت کی علامت ہے یعنی بکثرت میں اسے دیدار نصیب کروں گا۔ تو عرب اسے یوں بھی بیان کرتے ہیں کہ ستّر مرتبہ۔ تو اس سے مراد ظاہری طور پر ۷۰ نہیں ہے۔ بعض تو ان جنتوں میں ایسے بھی ہوں گے جیسے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ جو ہمیشہ دیدار کی حالت میں ہی رہیں گے اور ساتھ ہی یہ جو نسخہ آپ کے سامنے پیش کیا گیا ہے اس کو آنحضو ﷺ نے فراخی رزق کا نسخہ بھی بیان فرمایا ہے۔

پس وہ لوگ جو مختلف قسم کی تنگیوں میں مبتلا ہوتے ہیں ان کو اسی ترتیب سے یہ دعا کرنی چاہئے جس کا آخری ٹکڑا یہ ہے۔ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ تو ان سب دعاؤں سے گزرنے کے بعد جب آپ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ تک پہنچیں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کی اس دعا کو باقی سب دعاؤں کی برکت سے بھی قبول فرمالے گا اور آپ کے رزق میں فراخی عطا فرمائے گا۔

اب چونکہ وقت زیادہ ہو رہا ہے اس لئے ایک دو دعاؤں کے بعد میں پھر اس مضمون کو

سر دست ختم کرتا ہوں لیکن یہ ایسا مضمون ہے جسے بہر حال قسطوں میں جاری رکھنا پڑے گا کیونکہ جب اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ کی دعا کی گفتگو چل پڑی ہے اور صِرَاطَ الَّذِينَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کی باتیں شروع ہوگئیں تو جماعت کو جب تک یہ نہ پتہ چلے کہ وہ رستہ کیا تھا؟ کس طرح اس رستے پر چلنے کی ان کو توفیق ملے گی؟ کس طرح اس رستے پر چل کر وہ صاحب انعام لوگ بنیں گے؟ اس وقت تک خالی منہ سے یہ باتیں کہہ دینا بے معنی بات ہے، بے معنی نہ سہی، برکتیں کچھ نہ کچھ تو ملتی ہوں گی لیکن جتنی برکتوں کی توقع کی جاسکتی ہے وہ برکتیں اس طرح نصیب نہیں ہوسکتیں جب تک اس دعا کی ذیل میں وہ دعائیں ہی معلوم نہ ہوں جو دعائیں کرتے ہوئے خدا کی راہ میں چلنے والے قافلے عمر بھر اپنا سفر طے کرتے رہے اور ہمیشہ کامیابی کے ساتھ سفر طے کیا۔ ان دعاؤں کے سہارے ان کو ہر ٹھوکر سے بچایا گیا۔ ہر ابتلاء سے وہ سرخرو ہو کر نکلے اور خدا کے حضور مکرم اور محترم ٹھہرے۔ خدا نے خود ان کی حمد بیان فرمائی اور خدا کے فرشتوں نے بھی ان پر درود بھیجے۔ یہ وہ رستہ ہے جس کا تفصیل سے جماعت کو علم ہونا چاہئے لیکن آخر پر میں حضرت زکریاؑ کی یہ دعا آپ کے سامنے رکھتا ہوں کیونکہ آج کل خاص طور پر مجھے بہت سی خواتین کے اور بعض مردوں کے بھی خط مل رہے ہیں کہ اس رمضان میں خاص طور پر ہمارے لئے بیٹے کی دعا کرنا۔ ان خطوں کا حضرت زکریا کی دعا سے ایک گہرا تعلق اس لئے بھی ہے کہ یہ وقف نو میں شمولیت کے شوق رکھنے کے نتیجے میں دعاؤں کے خط لکھ رہے ہیں۔ اکثر خط یہ ہیں کہ ہماری شدید تمنا ہے کہ ہم بھی وقف نو کی تحریک میں شامل ہو جائیں اگر چہ وقت گزر چکا ہے لیکن خدا کے لئے ہمیں شامل کرلیں اور دعائیں کر کر کے شامل کروائیں۔ ایک صرف شامل کرنے کی درخواست نہیں ہے بلکہ اونٹ بھی دیں، سامان بھی دیں اور پھر اس کو لاد بھی دیں تو یہ اکیلے میرے بس کی بات نہیں ہے ساری جماعت اس دعا میں ساتھ شامل ہو، مدد کرے تو پھر اللہ تعالیٰ جس پر رحم فرمائے اس پر رحم ہوگا اور خدا ان مخلصین کی جھولیاں پھر اپنی رحمتوں سے بھر دے گا اور پھر وہ ان جھولیوں کو بھر بھر کر دوبارہ خدا کے حضور پیش کریں گے۔

حضرت زکریاؑ کی دعا کا آغاز اس طرح ہوا کہ قرآن کریم بیان فرماتا ہے کہ وہ جب بھی حضرت مریمؑ کے حجرے میں آپ کا حال پوچھنے جایا کرتے تھے۔ حضرت مریمؑ نے اپنی زندگی وقف کر رکھی تھی۔ ان کی والدہ نے ان کی پیدائش سے پہلے ہی آپ کو وقف کر دیا گیا تھا اور بعد میں حضرت

زکریاؑ کی تحویل میں ان کی تربیت کے لئے دیا تھا تو حضرت زکریاؑ وقتاً فوقتاً حجرے میں ان کا حال پوچھنے جایا کرتے تھے اور وہاں مختلف قسم کے رزق دیکھتے تھے۔ عام طور پر مفسرین یہ کہتے ہیں کہ غیب سے بغیر کسی انسانی واسطے کے وہاں کئی قسم کے تحفے پہنچے ہوتے تھے لیکن حضرت زکریاؑ کی دعا سے پتا چلتا ہے کہ یہ بات نہیں تھی کچھ اور بات تھی۔ حضرت مریمؑ کو نیکی کی وجہ سے کچھ لوگ تو جیسا کہ دنیا میں رواج ہے دعائیں لینے کے لئے محبت کے اظہار کے لئے تحائف پیش کیا کرتے تھے اور چونکہ حضرت مریمؑ اسے اپنی ذاتی خوبی نہیں سمجھا کرتی تھیں ہمیشہ پوچھنے پر یہ کہا کرتی تھیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رزق ہے میرا تو اس میں کچھ نہیں ہے۔ نہ میں نے مانگا نہ توقع کی۔ لوگوں کے دلوں میں خدا نے خود محبت پیدا فرما دی۔ اور پھر وہ مجھے جو پیش کرتے رہتے ہیں تم دیکھ رہے ہو اور دوسری مراد یہ تھی کہ اس رزق سے کہ روحانی رزق پاتے تھے۔ خدا ان سے رحمت اور مغفرت کا بھی سلوک فرماتا تھا اور ان پر کشوف کے ذریعے یا الہامات کے ذریعے یا سچی رؤیا کے ذریعے رجوع برحمت ہوتا تھا۔ اپنی رحمت کا بار بار اظہار فرماتا تھا تو جس طرح عام طور پر بعض نیک گھروں میں مشاہدے میں بات آتی ہے کہ بعض بچوں سے پوچھا جاتا ہے کہ بتاؤ کیا خواب دیکھی؟ کیا خدا کی طرف سے رحمت کا نشان ملا؟ تو وہ نئی نئی باتیں بتاتے ہیں تو حضرت مریمؑ بھی اپنی معصومیت اور بھول پن میں اس وقت جو بھی گزشتہ رات کے واقعات ہوا کرتے تھے وہ بتایا کرتی تھیں کہ خدا نے مجھ سے یہ فرمایا۔ مجھ سے یہ فرمایا۔ اس طرح رحمت کا سلوک فرمایا۔ اس طرح پیار کا اظہار فرمایا تو حضرت زکریاؑ جو خود نبی تھے وہ رشک کرتے تھے۔ رشک اس بات پر نہیں کرتے تھے کہ مجھے مریمؑ کی طرح کچھ عطا نہیں ہوا۔ رشک اس بات پر کرتے تھے کہ مریمؑ ایک ماں کی دعا کا نتیجہ ہے اور اس دعا کے نتیجے میں پاک اولاد ہے۔ میں پاک اولاد سے محروم ہوں کاش! میں بھی یہ فخر کر سکوں کہ میری اولاد بھی اس طرح نیک ہو اور اس طرح خدا سے رزق پانے والی ہو۔ اگر یہ مضمون درست نہ ہو تو اگلی دعا کا اس سے تعلق ہی کچھ نہیں بنتا تو درحقیقت یہی وہ بات تھی جس نے حضرت زکریاؑ کو خدا سے یہ دعا کرنے کی طرف متوجہ کیا۔ هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِن لَّدُنكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۖ إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ (آل عمران: ۳۹) اس وقت جب حضرت زکریاؑ نے یہ کیفیت دیکھی تو دل سے اک ہوک اٹھی اور اپنے رب سے اس نے عرض کیا: رَبِّ هَبْ لِي مِن لَّدُنكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً اے خدا! مجھے

بھی خالص اپنی جناب سے پاک ذرّیت عطا فرما اِنَّكَ سَمِيۡعُ الدُّعَآءِ یقیناً تو بہت دعا سننے والا ہے۔اس کے بعد پھر اس دعا کی مختلف الفاظ میں تکرار ہوگی جو ایک عجیب پر درد مضمون رکھتی ہے چونکہ میں نمبر کے لحاظ سے چل رہا ہوں اس لئے یہاں بیان کرنے کی بجائے جب وہ موقعہ آئے گا تو پھر میں آپ کے سامنے بیان کروں گا۔ پہلے تو میرا خیال تھا کہ یہ مضمون ایک ہی خطبہ میں ختم ہو جائے گا مگر یہ جاری رہے گا۔

پس وہ عبادت کرنے والے جو مسافر گاڑی میں مستقل سوار ہیں،ان کے لئے تو کوئی مشکل نہیں ۔وہ تو ساتھ چلتے رہیں گے اور یہ باتیں سنتے رہیں گے اور ان سے فائدہ اٹھاتے رہیں گے اور عبادت کے نئے نئے گر سیکھتے رہیں گے اور ان کی مشکل کشائی ہوتی چلی جائے گی لیکن جو لوگ اتر گئے ہیں یا اتر جائیں گے جہاں تک آپ کو توفیق ہے اگر آپ ان کے واقف ہیں۔کبھی ان سے ملتے ہوں تو ان کو بھی بتاتے رہیں ہوسکتا ہے یہ باتیں سن سن کر جس طرح حضرت زکریاؑ کے دل میں نیک بات دیکھ کر، خدا کے خاص فضل کو دیکھ کر ویسا ہی فضل طلب کرنے کی تمنا پیدا ہوئی تھی ۔میری دعا ہے اور میری تمنا ہے کہ اسی طرح جب آپ ان لوگوں تک یہ باتیں پہنچا ئیں جو آج کے سٹیشن سے آپ کو رخصت کر کے واپس ہونے والے ہیں تو ان کے دل میں یہ تحریک پیدا ہو کہ وہ مستقل آپ کے سفر کے ساتھی بن جائیں اور اس طرح یہ جمعہ ایک ایسی خیر پیچھے چھوڑ کر جائے جو وداع ہونے والی خیر نہ ہو جو رخصت ہونے والی خیر نہ ہو بلکہ ہمیشہ زندگی کا جزو بن جانے والی خیر، زندگی کے ساتھ وفا کرنے والی خیر،ایسی خیر بن جائے جس سے انسان کبھی پھر وداع نہیں ہوا کرتا، وہ ہمیشہ ساتھ رہا کرتی ہے۔